ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.6, Issue.3 (2023)
(July - September)

ڈاکٹرسلمیٰ صدیقی
گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین ،واپڈا ٹاؤن،لاہور

آزادی ،جمہوریت اورحبیب جالب

Dr. Salma Siddiqui
Government Graduate College For Women, wapda Town, Lahore
Salmasiddiqui.kc@gmail.com

Abstract

"Habib Jalib's poetic voice is the voice of the collective conscience of our revolutionary era which has been raised together in different accents,languages and countries. This is the voice of the twentieth century. Habib Jalib became a preacher of goodness and he bravely attacked that system of life which separates man from man. He was engrossed in disturbing the society with his dreams and spoke to the oppressors and the oppressed at the same time like a living voice. This was the greatness of Jalab. Whose is the biggest and loudest voice regarding human rights in Pakistan? So our answer will undoubtedly be that of Habib Jalib. Habib Jalib is the name who dedicated his body, mind and lyrics for the exaltation of human freedom. He continued to strive for freedom, revolution and democracy through his life.

اگر یہ پوچھا جائے کہ پاکستان میں سب سے بڑی اور اونچی آواز حریت انسانی کے حوالے سے کس کی ہے؟ تو ہمارا بلاشبہ جواب ہوگا کہ حبیب جالب کی - حبیب جالب وہ نام ہے جس نے انسان کی آزادی کی سربلندی کے لیے اپنا تن، من ، دھن سب وقف کر دیا-حبیب جالب عوامی شاعر تھے بلکہ عوام کے شاعر تھے - انھوں نے آزادی، انقلاب اور جمہوریت کے لیے تمام عمر جدوجہد جاری رکھی بقول افضل توصیف:

"انقلاب، مکمل سماجی تبدیلی، آزادی؛ سماج، سٹیٹ اور فرد کے اندر باہر کی تبدیلی اور جمہوریت عوام کے نمائندوں کی اسمبلی کے ساتھ زمینی اور شہری کلچر کی تبدیلی مگر پاکستان میں ایسی کوئی تبدیلی نہ آسکی ۔"(۱۵۰)

حبیب جالب نے جنرل ایوب خان کے دور حکومت کے جبر و استبداد کے خلاف آواز بلند کرنے میں پہل کی اور اس پہلے پاکستانی مارشل لاء کو آڑے ہاتھوں لیا- اس وقت ملکی حالات بہت خراب تھے اور جالب اس وقت کی سب سے بڑی بائیں بازو کی سیاسی جماعت نیشنل عوامی پارٹی میں شامل ہو چکے تھے- مارشل لاء کے تحت ملک بھر میں زبان بندی لا گو تھی- نہ کوئی بول سکتا تھا اورنہ کچھ لکھ سکتا تھا- جنرل ایوب اپنی حکومت کو مضبوط کر رہا تھا- کاسہ لیسوں کی کمی کسی دورمیں نہیں رہی- لہذا جنرل ایوب کے ساتھ اس وقت ایک ہجوم تھا- ملک پر ایک سکوت طاری تھا- ایسے میں جنرل ایوب نے اپنے وزیر قانون سے ملک کا" دستور" لکھنے کو کہا اور یوں میاں منظور قادر نے "دستور" لکھ ڈالا- جو۱۹۶۳ء کا دستور کہلایا- پورے ملک میں ابھی تک سناٹا طاری تھا کہ ایسے میں ایک آواز اس سناٹے کو چیرتی ہوئی ابھری- یہ حبیب جالب کی آواز تھی جو جنرل ایوب کے خود ساختہ دستور کے خلاف پہلی آواز تھی - حبیب جالب نے چاروں طرف پھیلے سناٹے کو چیرتے ہوئے دیوانہ وار نعرہ مستانہ بلند کیا- اور ان کی مشہور نظم دستور کے یہ اشعار گونج اٹھے :

دیپ جس کا محلات ہی میں جلے

چند لوگوں کی خوشیوں کو لے کر چلے

وہ جو سائے میں ہر مصلحت کے پلے

ایسے دستور کو صبح بے نور کو

میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا

تم نے لوٹا ہے صدیوں ہمارا سکوں

اب نہ ہم پر چلے گا تمھارا فسوں

چارہ گرمیں تمھیں کس طرح سے کہوں

تم نہیں چارہ گر، کوئی مانے ، مگر

میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا(151)

حبیب جالب نے صرف ایوب خان کے دستور کو ماننے سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ جبر کے ہر نظام کو ماننے سے انکار کر دیا تھا اور کاغذ کے ہر ایسے پلندے کو مسترد کر دیا جو غریبوں اور مظلوموں کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت نہیں دیتا- جالب آمریت اور آمریت کے اتحادیوں کو للکارتے رہے اور اپنی شاعری کے ذریعے دور آمریت میں ہونے والی مزاحمت کی تاریخ مرتب کرتے رہے- لہذا ایوب خان کے دور میں حبیب جالب نے جو کچھ کہا وہ اس پورے دور کے حالات و واقعات کی بھی عکاسی کرتا ہے- اسی لیے علی سردار جعفری نے کہا کہ ”حبیب جالب کی ہر سانس تلوار کی دھار ہے- “ (۱۵۲) ان کا کہنا تھا:

”حبیب جالب کی شاعرانہ آواز ہمارے انقلابی عہد کے اجتماعی ضمیر کی آواز ہے جو مختلف لہجوں، مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں میں ایک ساتھ بلند ہوئی ہے۔ یہ بیسویں صدی کی آواز ہے۔ اس کا ایک نام قاضی نذر الاسلام (بنگالی) ہے۔ ایک نام ناظم حکمت (ترکی) ہے۔ ایک نام پابلو نیر وادا (ہسپانوی) ہے۔ ایک نام محمود درویش (عربی) ہے۔ ایک نام مایا کوفلی (روسی) ہے۔ ایسے بہت سے چھوٹے بڑے ناموں نے مل کر اس عہد کی کہکشاں بنی ہے جو ہمارے کر ہ ارض کی اندھیری راتوں کوروشن کررہی ہے۔" (۱۵۳)

حبیب جالب اپنی نظم ”دستور“ کے فورا بعد جمہوریت“ لکھتے ہیں- یہ نظم بڑی پُر تاثیر اور آمریت کے خلاف عوام کو جگانے اور صف آرا کرنے والی تھی- اس وقت ملک کی آبادی دس کروڑ تھی - جالب کی یہ نظم بھی عوام میں "دستور" کی طرح مقبول ہوئی- جالب کہتے ہیں:

دس کروڑ انسانو، زندگی بیگانو

صرف چند لوگوں نے حق تمھارا چھینا ہے

خاک ایسے لوگوں پر یہ بھی کوئی جینا ہے

بے شعور بھی تم کو بے شعور کہتے ہیں

سوچتا ہوں یہ ناداں کس ہوا میں رہتے ہیں

اور یہ قصیدہ گو فکر ہے یہی جن کو

ہاتھ میں علم لے کر تم نہ اُٹھ سکو لوگو

کب تلک یہ خاموشی چلتے پھرتے زندانو

دس کروڑانسانو

بولنے پر پابندی سوچنے پہ تعزیریں

پاؤں میں غلام کی آج بھی ہیں زنجیریں

آج حرف آخر ہے بات چند لوگوں کی

دن ہے چند لوگوں کا رات چند لوگوں کی

اٹھ کے درد مندوں کے صبح و شام بدلو بھی

جس میں تم نہیں شامل وہ نظام بدلو بھی

دوستوں کو پہچانو دوشمنوں کو پہچانو

دس کروڑ انسانو(۱۵۴)

صدر ایوب کے خلاف ان کی نظم " بیس گھرانے"بھی عوامی مقبولیت کا باعث بنی- اس کا ٹیپ کا مصرعہ" صدر ایوب زندہ باد" اتنا مقبول ہوا کہ کچھ جگہوں پر اس نظم کا عنوان " صدر ایوب زندہ باد" ہی لکھ دیا گیا ہے- (۱۵۵) اس نظم میں انتہائی طنزیہ پیرایہ اختیار کیا گیا ہے - صدر ایوب کے ساتھ ساتھ ان "بیس گھرانوں"کوبھی طنزکا نشانہ بنایا ہے جنھوں نے پاکستان بنے کے بعد یہاں کے کروڑوں انسانوں پر حاکمیت کی ابتدا کردی اور اپنے آپ کو طاقت ور بنانے کے لیے کروڑوں مظلوموں اورمحکوم انسانوں کی خوشیاں چھین لیں- اور ان خاندانوں کو طاقت ور بنانے میں ایوب خان جیسے جرنیلوں اور فوجیوں کے کردار کو بھی نمایاں کیا گیا ہے- یہاں بھی حبیب جالب کی آواز میں للکار قابل داد ہے جو سیدھی دل میں اتر جاتی ہے- دیکھئے

بیس گھرانے ہیں آباد

اور کروڑوں ہیں ناشاد

صدر ایوب زندہ باد

آج بھی ہم پر جاری ہے

کالی صدیوں کی بیداد

صدر ایوب زندہ باد(156)

حبیب جالب کو ایک دکھ اس بات کا تھا کہ حکومت وقت مغربی ممالک بالخصوص امریکہ سے قرض کی صورت بھیگ مانگتی ہے- جالب جانتے تھے کہ قرض قوموں کو محکوم بنا کر ان کی آزادی چھین لیتا ہے- جو ملک قرض دیتا ہے وہ احکامات بھی جاری کرتا ہے جن کو مقروض ملک مانے بغیر نہیں رہ سکتا- لہذا اس طرح مقروض ممالک کی آزادی سلب ہو جاتی ہے- اور وہ اپنی مرضی سے اپنے فیصلے نہیں کر سکتے - ساتھ ہی ساتھ قرض کی لعنت ملکوں اور قوموں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے نہیں دیتی - وہ اپنی محنت اور وسائل کو بروئے کار لانے سے جی چرانے لگتی ہیں- جس کی وجہ سے وہ غیروں کی دست نگر ہوتی چلی جاتی ہیں- اور اس طرح ان میں خوئے غلامی کا فروغ ہوتا ہے- خودداری ، غیرت اور حمیت کا فقدان ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے حریت اور آزادی کا جذ بہ ماند پڑ جاتا ہے- جالب یہ ساری بات سمجھتے تھے- جب کہ پاکستان کے حکمرانوں نے شروع دن ہی سے قرض کو اپنا شعار بنالیا تھا اور عوام کے نام پر قرض حاصل کر کے اپنی عیاشیوں کا دائرہ وسیع کر لیا تھا- قرض کے پیسوں سے حکمران عیاشی کر رہے تھے اور عوام مقروض بن رہے تھے اور آنے والے دنوں میں غلام در غلام - جالب یہ سب برداشت نہیں کر سکتے تھے- لہذا انھوں نے پاکستانی عوام کی توجہ سنگین مسلہ کی طرف بھی دلائی اور انہیں احساس دلایا کہ ان کے حکمران کس طرح ان کے ملک کی آزادی کو داؤ پر لگار ہے ہیں - اوران کی گردن میں غلامی کا طوق ڈال رہے ہیں- جالب کی نظم بھیک نہ مانگو اس ساری صورت کو بیان بھی کرتی ہے اور حسب انداز حکمرانوں کو للکارتی بھی ہے - جالب کہتے ہیں :

پاکستان کی غیرت کے رکھوالو

بھیک نہ مانگو

توڑ کے اس کشکول کو آدھی کھا لو

بھیک نہ مانگو

اپنے بل پر چلنا کب سیکھو گے

طوفانوں میں پلنا کب سیکھو گے

یہ کُہنہ تقدیر کا شکوہ کب تک

اس کو آپ بدلنا کب سیکھو گے

خود اپنی بگڑی تقدیر بنا لو

بھیک نہ مانگو

یہ جو راہ میں کالے باغ کھڑے ہیں

کب یہ آزادی کی جنگ لڑے ہیں

جن کا آزادی میں خون ہے شامل

جب تک جیلوں میں وہ لوگ پڑے ہیں

وقت کٹھن ہے دیس کی آن بچا لو

بھیک نہ مانگو

انگریزوں کے پٹھو کہلاؤ نا

امریکہ کے تلوے سہلاؤ نا

آج تک ان کے دھوکے کھائے ہیں

اور مگر ان کے دھوکے کھاؤ نا

آزادی کے سر پہ خاک نہ ڈالو

بھیک نہ مانگو(157)

حبیب جالب نے صدر ایوب کے خلاف فاطمہ جناح کی انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا- اس وجہ سے ان پر بہت سے عتاب بھی آئے - حبیب جالب اور عوام بہت پر امید تھے کہ انتخابات میں فاطمہ جناح جیت جائیں گی مگر ایسا نہ ہوا اور جنرل ایوب کی جیت کا اعلان کر دیا گیا- اور سب جانتے تھے کہ اس میں دھاندلی، دھن اور دھونس کا ہاتھ تھا- اس بدترین دھاندلی کے باوجود پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی اور حیدر آباد سے جنرل ایوب نہ جیت سکا- جنرل ایوب نے اپنی شکست کا بدلہ لالوکھیت (لیاقت آباد) کے باشندوں کے گھروں کو جلا کر لیا- اور اس طرح بزدلوں نے جشن منایا- جالب ایسی صورت میں خون کے آنسورو پڑے اور بے اختیار کہہ اٹھے:

نشیمنوں کو جلا کر کیا چراغاں خوب

سنوارے ہیں یونہی چہرہ گلستاں خوب

کھلا کے شاخِ دل و جاں پر پھول زخموں کے

مسرتوں کو کیا آپ نے نمایاں خوب(158)

حبیب جالب کی یہ نظم " کراچی میں جب صاحب جاہ نے جھونپڑے جلائے " اُن کے دوسرے مجموعہ کلام "سرمقتل" میں شامل تھی- یہ مجموعہ جالب کی زندگی کا اہم ترین سنگ میل ہے- ستمبر ۱۹۶۶ء میں اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہوئے جو ایک ریکارڈ ہے- (۱۵۹) کتاب مارکیٹ میں آتی تھی اور ہاتھوں ہاتھ بک جاتی تھی - تمبر ۱۹۲۶ ء سے نومبر ۱۹۹۹ ء تک کتاب کے سات ایڈیشن شائع ہوئے پھر کتاب بحق سرکار ضبط کر لی گئی - (۱۶۰) اس کتاب کے ناشر مکتبہ کارواں کے چودھری عبد الحمید تھے جنہیں گرفتار اور پریس سیل کر دیا گیا- (۱۶۱) "سر مقتل" کے وہ تمام ایڈیشن جو آنے والے تھے ، ضبط کر لیے گئے اور چودھری صاحب کے خلاف باقاعدہ مقدمہ درج کر لیا گیا- مگر "سر مقتل" کو ملک بھر میں مزدوروں ، ہاری تنظیموں اور سیاسی کارکنوں نے ہزاروں کی تعداد میں خفیہ طور پر چھا پہ خانوں میں چھاپ کر تقسیم کیا- (۱۲۴) اس کتاب میں حبیب جالب کا عوامی شاعرانہ جو ہر کھلا، احتجاج تھا جو آمر وقت یعنی جنرل ایوب کے خلاف تھا اور بعد میں آنے والے ہر آمر نے بھی اسے اپنے خلاف ہی سمجھا-

ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ حبیب جالب کے مراسم اس لیے بڑھ گئے تھے بھٹو اور صدر ایوب کے تاشقند اعلان کے بعد اختلافات پیدا ہو گئے تھے اور وہ اپوزیشن میں آگئے تھے- اس وجہ سے صدر ایوب نے بھٹو پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ سیاست چھوڑ کر علاج کے بہانے ملک سے باہر چلے جائیں- اس موقع پر جالب نے بھٹو کے لیے ایک نظم " چھوڑ کے نہ جا" لکھی- یہ ایک خصوصی پیغام تھا کہ ہم نے آئندہ مل کر جمہوری تحریک چلانا ہے- یہ1966ء کے اوائل کا زمانہ تھا- اور جالب نے اس نظم کے ذریعے بھٹو کی حوصلہ افزائی کی تھی کہ وہ آمروں کے سامنے ڈٹے رہیں اور ملک چھوڑ کر نہ جائیں- کیوں کہ جالب سمجھتے تھے کہ عوام کی ایک امید، ایک آس بھٹو سے بندھ گئی تھی کہ وہ غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی آواز بن کر ابھریں گے - اور جالب کا مشن یہی تھا اور نظریہ حیات اور نظریہ فن بھی کہ آمریت کے خلاف اٹھنے والی ہر شکل اور صورت کا بھر پور ساتھ دیا جائے - کیوں کہ ملک میں جمہوریت اور آزادی کے فروغ کے لیے یہ ضروری ہے- اس لیے جالب چھوڑ کے نہ جا میں بھٹو سے یوں گویا ہوئے ہیں:

دست خزاں میں اپنا چمن چھوڑ کے نہ جا

آواز دے رہا ہےوطن چھوڑ کے نہ جا

ہر چند راستے میں شکاری ہیں خیمہ زن

تو ہے اگر غزال فتن، چھوڑ کے نہ جا

مسحور ہے ابھی ترے نغموں سے انجمن

سب دے رہے ہیں دادِ سخن، چھوڑ کے نہ جا

کچھ تیری ہمتوں پہ بھی الزام آئے گا

مانا کہ راستہ ہے کٹھن، چھوڑ کے نہ جا

اے ذوالفقار، تجھ کو قسم ہے حسین کی

کر احترام رسم کہن، چھوڑ کے نہ جا(۱۶۳)

بھٹو نے پیپلز پارٹی بنائی- ملک میں جمہوری شعور کو فروغ دیا- حبیب جالب کا ساتھ بھٹو کے سیاسی نظریات کے ساتھ رہا- لیکن وہ ان کی پارٹی میں شامل نہ ہوئے- بھٹو کو مختصر دورانیہ کے لیے اقتدار بھی ملا اور پھر بھٹوکو پھانسی دے دی گئی جسے پاکستان کی تاریخ میں سیاسی قتل قرار دیا جاتا ہے اور اس قتل کا الزام جنرل ضیا الحق پہ لگا- اس صورت حال کا اظہارحبیب جالب" بھٹو کی برسی پر" نامی نظم کے ان اشعار میں کرتے ہیں:

ہاتھ کس کا پسِ عدالت تھا

دار پر کس نے اس کو کھنچوایا

ایک ہی مجرمِ زمانہ ہے

اُس پر الزام تک نہیں آیا (۱۶۴)

بھٹو صاحب کی حکومت پر شب خون مارتے ہوئے فوج اس بد نصیب ملک میں تیسری مرتبہ جنرل ضیاء الحق کی شکل میں قابض ہوگئی - جنرل ضیاء نے اس ملک کو جس قدر نقصان پہنچایا اورتباہ و برباد کیا اس کی کوئی دوسری مثال موجود نہیں- اب جالب کا نیا امتحان تھا اور جالب، ضیاء کے سامنے بھی اپنی روایت کے مطابق سینہ ٹھونک کر آن کھڑے ہوئے - اور جس شاعر نے کچھ عرصہ قبل پاکستان کا مطلب کیا ؟" سمجھانے کی کوشش کی تھی اس کی آزمائش پھر شروع ہو گی تھی کیوں کہ پاکستان کا مطلب اب مسخ ہوا جاتا تھا-اپنی مشہور نظم "پاکستان کا مطلب کیا؟"میں جالب یہ کہہ چکے تھے-

کھیت وڈیروں سے لے لو

ملیں لٹیروں سے لے لو

ملک اندھیروں سے لے لو

رہے نہ کوئی عالی جاہ!

پاکستان کا مطلب کیا؟

لا الہ الا اللہ ---

بات یہی ہے بنیادی

لوگوں کو ہو آزادی

غاصب کی ہو بربادی

حق کہتے ہیں حق آگاہ

پاکستان کا مطلب کیا؟

لا الہ الا اللہ --- (۱۶۵)

ضیاء دور، پاکستان کی تاریخ میں بدترین دور کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا- ایوب خان کے بعد سب سے طویل آمریت ضیاء الحق کی تھی - جس میں اظہار رائے پر پابندی سختی کے ساتھ لا گوتھی- جبر، ظلم و استبداد کا دور دور ہ تھا- لوگ اپنے ہی وطن میں غلاموں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے - کالا راج تھا کہ ہر طرف رائج تھا- وہ ملک جو کتنی ہی قربانیوں کے نتیجے میں حاصل کیا گیا تھا اور آزادی کی فضا میں سانس لینے کے لیے اس قدر رازیتیں اٹھائی گئی تھیں وہاں آزادی سلب کر لی گئی تھی- اس دور میں حبیب جالب نے ضیاء الحق کو ظلمت اور کرگس قرار دے دیا- یہ حوصلہ حبیب جالب کے علاوہ کسی میں نہ تھا- ۲۵ دسمبر ۱۹۸۰ء کی شام کو جالب کراچی پریس کلب میں مدعو تھے اور دوسری طرف ضیا الحق اسلام آباد میں اکیڈمی آف لیٹرز (اکادمی ادبیات) کے افتتاحی اجلاس میں بڑی رعونت سے اعلان کر رہا تھا کہ اس ملک کی فضا ئیں اس کی چاندنی ، ایسے شاعروں کے لیے حرام ہیں جو ملک کے خلاف سوچتے، کام کرتے ہیں - (۱۲۲)

اسی دوران دوسری طرف کراچی میں حبیب جالب نے عوام کے سامنے اپنا تازہ کلام پیش کیا- دونظمیں سنائیں جنہوں نے وہاں موجودلوگوں میں ہی نہیں بعد میں پورے ملک میں ہلچل مچادی- ایک نظم" ظلمت کو ضیاء صر صر کو صبا - - -" اور دوسری "قائدِاعظم دیکھ رہے ہو اپنا پاکستان "تھی دونوں نظمیں ضیا کے سیاہ دور پر شدید احتجاج کا اظہار تھیں-دونوں نظموں میں ملکی صورت حال اور ضیا

کے جبر و استبداد کو نشانہ بنایا گیا اور اُن احساسات کی تر جمانی کی جن کا اظہار عام لوگ نہیں کر سکتے تھے- پہلے ان کی نظم" و ظلمت و ضیا، صر صر کو صبا- - - " کے اشعار یہ دیکھئے:

ظلمت کو ضیا، صر صر کو صبا، بندے کو خدا کیا لکھنا

پتھر کو گہر، دیوار کو در، کرگس کو ہُما کیا لکھنا

اک حشر بپا ہے گھر گھر میں، دم گھٹتا ہے گنبدِ بے در میں

اک شخص کے ہاتھوں مدت سے رسوا ہے وطن دنیا بھر میں

اے دیدہ ورو! اس ذلت کو قسمت کا لکھا کیا لکھنا

ظلمت کو ضیاء صر صر کو صبا، بندے کو خدا کیا لکھنا

حق بات پر کوڑے اور زنداں، باطل کے شکنجے میں ہے یہ جاں

انساں ہیں کہ سہمے بیٹھے ہیں، خونخوار درندے ہیں رقصاں

اس ظلم و ستم کو لطف و کرم، اس دُکھ کو دوا کیا لکھنا

ظلمت کو ضیا، صر صر کو صبا، بندے کو خدا کیا لکھنا (167)

دوسری نظم "قائد اعظم دیکھ رہے ہو اپنا پاکستان" بظاہر یوم پیدائش قائداعظم کے حوالے سے کہی گئی نظم تھی مگر ضیائی سیاست اور آمریت کا پردہ چاک کر رہی تھی- قائد اعظم کے حوالے سے ایسی نظمیں شاید ہی لکھی گئی ہوں گی - قائد کو مخاطب کرتے ہوئے جالب انتہائی فکر انگیز انداز میں کہتے ہیں:

تم نے کہا تھا، اب نہ چلے گا محلوں کا دستور

بنے گا وہ قانون جو ہو گی بات ہمیں منظور

ہرچہرے پر چمکے گا آزادی کا نور

لیکن ہم کو بیچ رہا ہے اک جابر سلطان

قائد اعظم دیکھ رہے ہو، اپنا پاکستان

کتنے سر کٹوا کر ہم نے ملک بنایا تھا

دار پہ چڑھ کر آزادی کا گیت سنایا تھا

اس دھرتی سے انگریزوں کو دور بھگایا تھا

اس دھرتی پر آج مسلط ہیں، ان کے دربان

قائد اعظم دیکھ رہے ہو ،اپنا پاکستان (168)

ضیاء الحق کے دور میں جہاں اور بہت سے عذاب عوام پر مسلط ہوئے وہاں مولویت کا عذاب بھی نازل ہوا- نام نہادمذ ہب اور جذبہ اسلام کو فروغ دے کر جہادی تنظیموں کو ابھارا گیا اور لوگوں کی سوچ اور فکر پر پابندیاں عائد کر دی گئیں- ملاّ مذہب کا ٹھیکیدار بن کر بیٹھ گیا اور لوگوں سے مذہبی آزادی چھین لی گئی - فرقہ پرستی کو فروغ حاصل ہوا اور لوگوں کو مذہب کے نام پر لڑوا کر ان میں تفرقہ ڈال دیا گیا- نام نہاد مذہب پرستی نے پورے ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا- اگر چہ ملائیت کی شدت ضیاء کے دور میں زیادہ پیدا ہوئی مگر اس کا آغاز پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا- جو اسلام کے نام پر آزاد کرایا گیا وہ اسلام کے نام پر ہی غلام بنایا جانا شروع ہو گیا تھا- ملاّ اسلام کا فائدہ اٹھا کر طاقتور سے طاقتور ہوتا گیا- صدر ایوب کے پہلے مارشل لاء نے اپنی بقا کے لیے ان مذہبی بنیادوں کواور مضبوط کیا اور ملاّ کو اپنے مقاصد کے لیے خوب خوب استعمال کیا- ملاّ نے یہاں لوگوں کو تقدیرپرستی کا سبق رٹایا اور ظالموں اور حاکموں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے مذہب کو مسخ کر کے لوگوں کے سامنے پہنچایا- جس کی وجہ سے لوگ تمام مظالم کو جھیلنے اور انہیں برداشت کرنے کے لیے بخوشی تیار ہو گئے- لیکن جالب جانتے تھے کہ "ملا کا فلسفہ ضرورت "ہی ان کا ایمان اور خدا ہے- "مولانا "کے عنوان سے لکھی گئی نظم میں ملاؤں پر جالب کے طنز کے نشتر بھلانے والے نہیں- کہتے ہیں:

بہت میں نے سنی ہے آپ کی تقریر مولانا

مگر بدلی نہیں اب تک مری تقدیر مولانا

خدارا شُکر کی تلقین اپنے پاس ہی رکھیں

یہ لگتی ہے مرے سینے پہ بن کے تیر مولانا

حقیقت کیا ہے یہ تو آپ جانیں یا خدا جانے

سنا ہے جمی کارٹر آپ کا ہے پیر مولانا

زمینیں ہوں وڈیروں کی مشینیں ہوں لٹیروں کی

خدا نے لکھ کے دی ہے یہ تمھیں تحریر مولا نا (169)

اس طرح حبیب جالب ایسے علما کو بھی آڑے ہاتھوں لیتے ہیں جو بات بہ بات فتوے جاری کرتے ہیں اور ان کے فتوے امیروں کی حمایت اور کمزوروں کی مخالفت میں ہوتے ہیں- ایسے علم کو وہ "علمائے سو" قرار دیتے ہیں اور اپنی نظم" علمائے سو"کے نام میں وہ ایسے علماؤں کے اصل کردار کا پردہ چاک کر دیتے ہیں - کہتے ہیں:

رضائے ایزدی تم نے کہا دینِ الہی کو

نہیں مٹنے دیا تم نے نظامِ کجکلاہی کو

دیا تم نے سہارا ہر قدم پر زار شاہی کو

مگر انسانیت کے سامنے کس کا چلا فتوے

امیروں کی حمایت میں دیا تم نے سدا فتوے

کہا تم نے کہ جائز ہے فرنگی کی وفاداری

بنایا تم نے ہر اک عہد میں مذہب کو سرکاری

لیے پرمٹ، دیئے فتوے، رکھی ایوب سے یاری

دکان کھولو نئی، جاؤ پرانا ہو چکا فتوے

امیروں کی حمایت میں دیا تم نے سدا فتوے(170)

جنرل ضیاء کے دور میں جہاں اور بہت سے ڈھونگ رچائے گئے وہاں ایک ڈھونگ "ریفر نڈم" کا بھی رچایا گیا- اس ریفرنڈم پر لوگ گھروں سے نکلے ہی نہیں - ملک کے تمام شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں سناٹا تھا- جالب نےاس ریفرنڈم کی تصویر کشی یوں کی:

شہر میں ہو کا عالم تھا

جن تھا یا ریفرنڈم تھا

قید تھے دیواروں میں لوگ

باہر شور بہت کم تھا

کچھ باریش سے چہرے تھے

اور ایمان کا ماتم تھا

مرحومین شریک ہوئے

سچائی کا چہلم تھا(171)

پاکستان میں آزادی اور جمہوریت کے لیے جدو جہد ہمیشہ ہوتی رہی مگر بدترین آمروں نے ہر بارا سے کچلنے کی کوشش کی - پاکستان میں کبھی بھی صحیح معنوں میں آزاد مملکت قائم نہ ہوسکی کیوں کہ اس کے پیچھے سیاہ آمریت کا جبر کارفرما تھا- ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں آزادی اور جمہوریت کے لیے جدو جہد تیز ہوئی مگر اسے بھی پاکستان کی تاریخ کے سب سے ظالم آمر ضیاء الحق نے کچل کر رکھ دیا اور ملک پھر گیارہ سال کی تاریک آمریت کی بھینٹ چڑھ گیا- لیکن اس دوران ذوالفقارعلی بھٹو کی صاحب زادی بے نظیر بھٹو ملک میں بحالی جمہوریت کی تحریک چلانے میں مصروف ہوگئیں- پیپلز پارٹی کی عوامی جد و جہد اور آمریت کے خلاف کدو کا وش تیز ہوتی گئی تو بے نظیر بھٹو پرفوج اور ضیا الحق کا دباؤ بڑھنا شروع ہوا- بےنظیربھٹوکی تحریک آزادی کو روکنے کی ہر ممکنہ کوشش کی جانے لگی- آمروں کی یہ دیکھ کر نیندیں حرام ہونا شروع ہوگئی کہ ایک نہتی لڑکی عوام میں نہ صرف یہ کہ مقبولیت حاصل کرتی جارہی ہے بلکہ آمریت کے لیے بہت بڑا خطرہ بھی بنتی

جارہی ہے- لہذا انھوں نے اس نہتی لڑکی پر اپنی بندوقیں تان لیں- ایسی صورت میں حبیب جالب حسب روایت بے نظیر بھٹو کی حمایت میں اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور اس ساری صورت حال کو یوں واشگاف کرتے ہیں:

ڈرتے ہیں بندوقوں والے ایک نہتی لڑکی سے

پھیلے ہیں ہمت کے اجالے ایک نہتی لڑکی سے

ڈرے ہوئے ہیں، مرے ہوئے ہیں، لرزیدہ ہیں

ملاء تاجر جنرل، جیالے، ایک نہتی لڑکی سے

آزادی کی بات نہ کر، لوگوں سے نہ مل، یہ کہتے ہیں

بے حس، ظالم، دل کے کالے، ایک نہتی لڑکی سے (۱۷۲)

اور آخر کار آمریت کی کالی رات ڈھلتی ہے، ضیا الحق کا دور اپنے اختتام کو پہنچتا ہےاور جمہوریت کی صبح ہوتی ہےا ور بے نظیر بھٹواس ملک کااقتدار سنبھالتی ہیں- لیکن دو ہی سالوں میں اسمبلیاں توڑ دی جاتی ہیں اور جمہوریت اور آزادی ایک بار پھر داؤپر لگ جاتی ہے - حبیب جالب کو ادراک ہوتا ہے کہ ہماری تاریخ میں ”اک شخص “ ہمیشہ مخل رہا ہے جو آزادی اور جمہوریت کو پھلنے پھولنے نہیں دیتا- یہ شخص کبھی ایوب خان اور یحیی خان کی شکل میں ابھرتا ہے تو کبھی ضیاء الحق کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے اور جب ضیا الحق بھی نہیں رہتا تو ”اس شخص “کی کاروائیاں جاری رہتی ہیں - اسی لیے ایک بار پھر جمہوریت ناکام ہوتی ہے- لہذا حبیب جالب پکار اٹھتے ہیں-

ہمارے سر پر مسلط ہے مستقل اک شخص

ازل سے لوٹ رہا ہے سکونِ دل اک شخص

ہلے وہ اپنی جگہ سے تو ہم کو چین آئے

ہمارے سینے پہ بیٹھا ہے بن کے سِل اک شخص

اس کا ہاتھ ہے بربادئ گلستاں میں

کہو تو اور بھی ہوتا ہے مُشتعل اک شخص

ہمیں تو سانس بھی لینا ہوا ہے اب دشوار

ہمیں تو کر گیا اے دوست مضمحل اک شخص

ہم آج بھی اسی باعث ہیں منزلوں سے دور

ہماری راہ میں ہے آج بھی مخل اک شخص (۱۷۳)

پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد ایک طویل رزمیہ ہے اور حبیب جالب ہی وہ واحد شاعر ہے جس نے پاکستان کے شاعروں، ادیبوں اور دانش وروں کو اس ندامت سے بچایا کہ عوام کی غم گساری اور وطن کی محبت کے لیے کھل کر اپنا قلم استعمال نہ کر سکے- یونس ادیب نے حبیب جالب کے متعلق سو فیصد یہ بات درست کی ہے کہ :

” (174) "

آزادی اور جمہوریت کے لیے تگ و دو کرتے ہوئے حبیب جالب کی سامراج اور سامراجی ہتکھنڈوں پر برابر نظر رہتی ہے- کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ تیسری دنیا کی آزادی سامراجیت کی وجہ سے سلب ہوتی ہے- سامراج مختلف حیلوں بہانوں سے مال کو محکوم رکھنے کے لیے ان پر کبھی قرضوں کا بوجھ ڈالتا ہے اور کبھی آمریت کا عفریت قائم کر دیتا ہے- جس کی وجہ سے تیسری دنیا آزادی کی طرف اپنا قدم اٹھانے میں ناکام رہتی ہے- اس لیے جب ذوالفقار علی بھٹو نے چین اور روس کے دورے کیے اور انسانی مجبوریوں اور مہجور یوں کا مداوا کرنے کی کوشش کی تو حبیب جالب نے کہا:

اب بھی پیٹ کی خاطر بک رہی ہے مجبوری

اب بھی ہے غریبوں کی اشک و آہ مزدوری

اب بھی جھونپڑوں سے ہے نور علم کی دوری

آج بھی لبوں پر ہے داستانِ مہجوری

آج بھی مسلط ہیں سامراج کے سائے

آپ چین ہو آئے آپ روس ہو آئے(175)

بلا شبہ حبیب جالب کے خواب اس دھرتی کے لوگوں کے سکون کے خواب تھے- آنے والی نسلوں کی عزت کے خواب دیکھنے والے حبیب جالب اس دھرتی کی عظمت کے تمنائی تھے کہ اس دھرتی سے ظلم کی ہر ایک مشکل مٹ جائے- اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنے شعری ہنر کو دیانت داری سے ایسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا کہ کم شاعروں کو اس کی توفیق ہوتی ہے- احمد جاوید نے کیا سچ کہا ہے کہ :

"جالب کی ساری زندگی ایک علمی جد وجہد سے عبارت ہے۔ ہر طرح کی مصلحت سے پاک ۔ ۔ ۔ وہ تلوار کی دھار پر چلا ہے۔ رکنے، پیچھے مڑ کردیکھنے کا عمل اس کے ہاں دکھائی نہیں دے گا ۔ وہ بنیادی طور پر شاعرتھا مگر اس کی کمٹمنٹ نے اس سے سیاسی جدوجہد کا تقاضا بھی کیا۔۔۔ اس کے نظریات سے بحث ہو سکتی ہے ۔ جن شخصیات اور نظریات کے اس نے گن گائے ہیں تاریخ بھلے ان کے بارے میں اپنے فیصلے کرتی رہے مگر جا لب کے خلوص اور نیک نیتی کو زندہ رہنا ہے اور اس حقیقت کو زندہ رہنا ہے کہ اس نے اپنے دکھوں کو بھول کر اور اپنی خوشیوں کو تج کر پاکستان اور پاکستان کے عوام کی خوشیوں کے گیت گائے اور ایک اعلی اور برتر مقصد کے حصول کے لیے نبرد آزما ہوا ۔"(179)

ساری زندگی حبیب جالب نے آمریت اور مارشل لاؤں سے لڑتے گزار دی صرف اس لیے کہ یہ مارشل لاء انسانی حریت اور آزادی کے قاتل تھے- اور حبیب جالب آزادی کے ان قاتلوں کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے تھے- بلکہ جالب کا خیال تھا کہ آمریتوں کا نفاذ ؛ جمہوریت ، روشن خیالی اور خوشحالی کا خواب دیکھنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے ہوتا ہے- وہ خود اپنی آپ بیتی میں ایک جگہ کہتے ہیں:

"یہ مارشل لا ء وغیرہ جو آئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ترقی پسندتحریک زور پکڑ رہی تھی اور ایسٹ پاکستان اور ویسٹ پاکستان میں سیکولر ڈیموکریٹک سیاست پروان چڑ ھاری تھی تو یہ مارشل لا ان کے خوف سے ہم پر مسلط ہوئے کہ ہم آجائیں گے۔۔۔"(۱۸۰)

حبیب جالب کی شاعری کی اساس انسان کے اس مستقبل کے نظریات پر ہے جو انسانی عظمتوں کے ضامن ہیں، جواس دھرتی کو اور اس پوری دنیا کو رنگ، نسل، زبان، علاقہ ، عقیدہ اور مذہب سے بالا تر ہو کر سچے انسانی انصاف پر مبنی نظام حیات کے تصور سے اخذ کیے جاتے ہیں- وہ تخلیق کاروں کے اس

سلسلے کی ایک واردات بن گئے ہیں جو اپنی زندگی اور زمینی دنیاؤں کے حوالے سے مجروح زندگی کے کھو کھلے پن کو بے نقاب ہی نہیں کرتے بلکہ اس مجروح زندگی کو صحت مندی کی حالت میں لانے کے لیے قربانیاں دیتے ہیں- جالب نے بھی اپنی تلاش کے مرحلوں میں صرف صداقت کی راہنمائی پر یقین کیااور صداقت کی پہچان کا وہی راستہ اپنایا جو لالچ ،خوف اورطمع وحرس آرام وآسائش اور خوشامد سےمحفوظ ہوتا ہے لہذا جالب برملا کہتے ہیں کہ :

مرے جنوں کو نہ پہنا سکو گے تم زنجیر

نہ ہو سکے گا کبھی تم سے میرا ذہن اسیر

جو دیکھتا ہوں، جو سچ ہے کروں گا وہ تحریر

متاع ہر دو جہاں بھی نہیں بہائے ضمیر

نہ دے سکے گی سہارا تمہیں کوئی تدبیر

فناتمھارا مقدر بقا مری تقدیر(181)

حبیب جالب جھوٹ ، مکر اور ریا کاری کے آسیب سے محفوظ رہ کر حسن و خیر کے مبلغ بنے اور اس نظام حیات پر بے باکی سے حملہ آور ہوئے ، جو انسان کو انسان سے جدا کر دیتا ہے- وہ اپنے خوابوں سے معاشرے کو جھنجھوڑنے میں مگن رہے اور ایک جاندار آواز کی طرح بیک وقت ظالم اور مظلوموں سے ہم کلام ہوئے - یہی جالب کی عظمت تھی -

حوالہ جات

1. افضل توصیف ،" حبیب جالب کے پاکستان کا مطلب کیا ؟" مشمولہ ماہنامہ: "ادب لطیف "،لاہور، جلد نمبر۷۵، شمارہ نمبر5 مئی ۲۰۱۰ ، ص: ۱۱

2. جیب جالب جالب نامہ ، لاہور، جنگ پبلشرز ، ۱۹۹۱ ء،ص ۱۷ تا ۱۸

3. علی سردار عصری : "حبیب جالب "،مشمولہ: " جالب نامہ" ،ص) :11(

4. ایضاً،ص:11

5۔ حبیب جالب، " کلیات حبیب جالب" لاہور، ماورا پبلشرز، ۱۹۹۳۰، ص ۱۳۱ ، ۱۳۳

6- حبیب جالب،"جالب نامہ"ص:19

7۔ حبیب جالب،" کلیات حبیب جالب"، ص: ۱۳۷

8۔ ایضاً،ص:135،136

9۔ ایضاً،ص:148

10۔ سعید پرویز ،" حبیب جالب شخصیت اور فن"، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۰ ،ص:124

11۔ ایضاً،ص124

12۔ ایضاً،ص124

13۔ ایضاً،ص124

14۔ حبیب جالب ،"کلیات حبیب جالب"، ص: 310

15۔ حبیب جالب ،"جالب نامہ"،ص: 62

16۔ ایضاً،ص:37،38

17۔ سعید پرویز ،" حبیب جالب : شخصیت اور فن"، ص: ۱۴۹

18۔ حبیب جالب،" جالب نامہ"،ص:72، 73

19۔ حبیب جالب،"کلیات حبیب جالب"،ص:381

20- ایضا،ص: ۱۸۱

21۔ حبیب جالب،" جالب نامہ " ص: ۳۶

22- ایضاً،ص:75

23۔ ایضاً،ص:92

24۔ ایضاً،ص:106،107

25۔ یونس ادیب ،"حبیب جالب: فن اور شخصیت"مشمولہ:"ادبیات "، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، جلدنمبر7، شمارہ نمبر ۲۸،۲۹،۳۰،،۲۷،1994 ص:694

26- حبیب جالب،" جالب نامہ " ص: 63

27۔ احمد جاوید،" حبیب جالب ایک مزاحمتی شاعر"، مشمولہ :" ادبیات "ص: ۷۰۵

28- حبیب جالب ،"جالب بیتی "، لاہور، جنگ پبلشرز ، ۱۹۹۰، ص ۱۰۲

29- حبیب جالب ،"عہد سزا" ، کراچی، دانیال ۱۹۸۵ ء ص: ۷۱